إن من الشعر لحكمة

انتخاب

دیوان المتنبی

پروفیسر غلام رسول گوکب

آزاد بک ڈپو اردو بازار لاہور

ان من الشعر لحکمۃ

انتخاب

دیوان المتنبی

برائے

فاضل عربی و ایم اے عربی

ترجمہ و حل لغات

پروفیسر میاں غلام رسول کوکب

ایم اے عربی، اسلامیات، ایم او ایل۔ فاضل درس نظامی
گورنمنٹ ڈگری کالج بھلوال ضلع سرگودھا

ناشر

آزاد بک ڈپو ○ اُردو بازار ○ لاہور، سرگودھا

فون: [illegible]

جملہ حقوق بحق ناشر دائمی محفوظ ہیں۔

نام کتاب ———— انتخاب دیوان المتنبی

مترجم ———— غلام رسول کوکب ایم اے

ناشر ———— چودھری بشیر احمد بٹالوی
آزاد بک ڈپو، اردو بازار لاہور

مطبع ———— گنج شکر پرنٹرز لاہور

قیمت ———— 36 روپے

3175

فہرست

حالات مصنف اور دیوان المتنبی صفحہ نمبر ۵ تا ۱۳

قصیدہ نمبر ۱ تعداد اشعار ۱۸ صفحہ نمبر ۱۴ تا ۱۹

" نمبر ۲ تعداد اشعار ۴۰ صفحہ نمبر ۲۰ تا ۳۴

" نمبر ۳ تعداد اشعار ۴۶ صفحہ نمبر ۳۵ تا ۴۹

" نمبر ۴ تعداد اشعار ۴۲ صفحہ نمبر ۵۰ تا ۶۱

" نمبر ۵ تعداد اشعار ۱۶ صفحہ نمبر ۶۲ تا ۶۶

" نمبر ۶ تعداد اشعار ۱۳ صفحہ نمبر ۶۷ تا ۷۰

" نمبر ۷ تعداد اشعار ۴۵ صفحہ نمبر ۷۱ تا ۸۱

" نمبر ۸ تعداد اشعار ۴۶ صفحہ نمبر ۸۲ تا ۹۳

" نمبر ۹ تعداد اشعار ۴۶ صفحہ نمبر ۹۴ تا ۱۰۵

" نمبر ۱۰ تعداد اشعار ۴۲ صفحہ نمبر ۱۰۶ تا ۱۱۷

" نمبر ۱۱ تعداد اشعار ۴۶ صفحہ نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۹

" نمبر ۱۲ تعداد اشعار ۴۷ صفحہ نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۳

ہماری نئی پود اب سخت کوشی اور جانفشانی کی راہ چھوڑ کر کم کوشی
اور سہولت پسندی کی طرف مائل ہے۔ لہٰذا پاکستان
کی جامعات اور تعلیمی بورڈز نے ایم۔ اے عربی اور فاضل عربی
کے نصابات میں جو کتب شامل کی ہیں۔ ہم نے ان کتب
سے منتخب نصابی کورس کا ترجمہ اور حل لغات کے ساتھ
شائع کرنے کا عزم کیا ہے تاکہ طلباء وطالبات ان کتب
سے کماحقہ استفادہ کر سکیں اور محکمانہ امتحانات میں اعلیٰ درجہ
حاصل کر سکیں۔

(ناشر)

المتنبّی

سنہ ۳۰۳ھ تا سنہ ۳۵۴ھ

سنہ ۹۱۵م تا سنہ ۹۶۵م

نام ونسب

احمد بن الحسین بن الحسن بن عبد الصّمد الجعفی بن سعد العشیرہ بن مذحج مالك بن اود بن زید بن یشجب بن عرب بن زید کھلان اور کنیت ابو طیّب تھی۔

متنبّی کوفہ کے محلہ کندہ میں اپنے والدین کے ہاں سنہ ۳۰۳ھ (۹۱۵م) میں پیدا ہوا۔ اسی نسبت سے الکندی بھی کہلاتا ہے۔ اس کا باپ وہاں بہشتی کا کام کرتا تھا اور لوگ اسے "عبدان السّقاء" کہتے تھے۔ اس کی دادی صحیح النسب ہمدانی تھی اور کوفہ کی صالحہ خواتین میں شمار ہوتی تھی۔

پرورش

جب کوفہ پر قرامطہ قابض ہو گئے تو متنبّی بادیۃ السّماوہ میں آگیا۔ یہاں دو سال بدوؤں میں گزارے پھر کوفہ آگیا۔ قرمطی مذہب سے وابستہ ہو گیا۔ تیرہ برس کا ہوا تو بغداد آگیا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد ہی یہاں سے چلا گیا۔ اس کا باپ دیہات سے نکل کر شہری زندگی گزارنے کے لیے شام گیا تو یہ بھی اس کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ وہاں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بہت ہونہار تھا۔ تمام فنونِ ادب میں مہارت حاصل کی اور بڑے بڑے علمائے ادب کی کثیر جماعت سے کسبِ علم کیا۔ جن میں الزجاج ابن السراج، ابو الحسن الاخفش، ابو بکر محمد بن درید اور ابو علی الفارسی کے نام شامل ہیں۔

علم و فضل

شعر و ادب میں اس نے وہ مقام حاصل کر لیا جو اس وقت کسی کو میسّر نہیں تھا۔ جب اس سے کوئی سوال کیا جاتا یہ اس کے جواب میں عربوں کے کلام کو بطور استشہاد پیش کر دیتا۔ اسے لغت پر اتنا عبور حاصل ہو گیا کہ ایک بار الشیخ ابو علی الفارسی نے اس سے پوچھا کہ فِعلی کے وزن پر کتنی جموع آتی ہے تو اس نے فوراً بتا دیا کہ حجلیٰ اور ظربیٰ۔ شیخ کا قول ہے کہ میں نے اس کے بعد تین دن تک کتب لغت کا مطالعہ کیا کہ شاید کوئی تیسری جمع اس وزن پر مل جائے مگر کوئی نہ ملی۔

اس کی سُرعتِ حفظ کی حالت ایک وراق نے جس کے پاس یہ اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ اتنا سریع الحفظ تھا کہ ایک دن شخص اصمعی کی ایک کتاب جو تیس اوراق پر مشتمل تھی بیچنے کے لیے لایا۔ متنبّی نے وہ کتاب لی اور کچھ دیر تک اسے

پڑھتا رہا۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ اگر تم اسے یاد کرنا چاہو تو ایک ماہ میں یاد کر لو گے۔ متنبی کہنے لگا کہ اگر میں نے اتنی دیر میں اسے یاد کر لیا ہو تو مجھے کیا انعام دو گے۔ کہنے لگا۔ یہ کتاب تمہیں بطور تحفہ دے دوں گا۔ پھر اس نے متنبی کے ہاتھ سے وہ کتاب لے لی تو متنبی نے اول سے آخر تک اس کتاب کو زبانی سنا دیا۔

ابو العلاء المعری جب بھی کسی شاعر کا ذکر کرنا چاہتا تو اس کا نام لیتا۔ مثلاً قال ابو نواس کذا۔ مگر جب وہ متنبی کا ذکر کرتا تو کہتا۔ قال الشاعر کذا۔

دعوائے نبوّت

مُتَنَبّی بچپن ہی سے بڑا عالی حوصلہ اور بلند ہمت تھا۔ اسے ٹہلنے کا بہت شوق تھا۔ نوجوانی کے عالم ہی میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لینا چاہی گورنر کو علم ہوا تو اس نے اسے قید کر دیا۔ اس نے قید خانے سے ایک قصیدہ لکھ کر گورنر کو بھیج دیا جس کا مطلع یہ ہے: ع: أيا خَدَّدَ اللهُ وَرْدَ الخُدُودِ — اے خدا محبوبوں کے رخساروں کو پامال کر دے۔

چنانچہ اس نے اسے رہا کر دیا۔ مگر عزّت و جاہ کی تمنّا اس میں بدستور رہی۔ یہاں تک کہ جوانی ڈھلنے پر بادیۃ السماوہ میں نبوّت کا دعوٰے کر دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ بنو کلب کے پاس گیا اور ان کے پاس ٹھہرا تو دعویٰ کیا کہ وہ علوی ہے۔ اس کے بعد نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ اور اپنی جادو بیانی سے کام لے کر لوگوں کی کثیر جماعت کو اپنا مرید بنا لیا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو قول ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ تو کہنے لگا یہ "لا" نافیہ نہیں ہے بلکہ یہ میرا آسمانی نام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ہی آمد کی بشارت دی تھی کہ میرے بعد "لا" نامی شخص نبی ہوگا۔ اس نے قرآن پاک کے مقابلہ میں اپنا کچھ کلام بھی گھڑ لیا تھا۔ اخشیدیہ کے نائب لؤلؤ امیر حمص کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اسے اور قبیلہ کلب اور کلاب میں سے اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس پر اس نے توبہ کی اور اسے رہا کر دیا گیا۔ متنبی کی چند من گھڑت آیات یہ بیان کی جاتی ہیں: والنجم السیّار والفلك الدّوّار واللیل والنهار ان الكافر لفی اخطار۔

نبوّت کے اس جھوٹے دعویٰ کی بنا پر اَلْمُتَنَبّی مشہور ہوگیا۔

حالات وواقعات

اس کے بعد متنبیّ آرزوئیں لے کر دور دراز کے سفر کرتا رہا اور صبر و ثبات اور عزم و ہمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک جگہ کہتا ہے:

وَحِيدٌ مِنَ الخُلَّانِ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ ۔۔۔ إِذَا عَظُمَ المَطْلُوبُ قَلَّ المُسَاعِدُ

"وہ ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تنہا ہے۔ جب مقصود عظیم ہو تو مدد گار کم ہو جاتے ہیں۔"

اس طرح گھومتے گھامتے سیف الدولہ بن حمدان کے انطاکیہ کے گورنر ابو العشائر سے ۳۳۷ھ میں جا ملا۔ اور اس کی مدح کی اور اس سے تعلقات استوار ہو گئے۔ اس نے اسے سیف الدولہ کے

حضور پیش کیا تو اس نے اسے اپنا مقرب بنالیا۔ اور جنگ اور شہسواری کی تربیت دلوائی۔ تاکہ وہ امن و جنگ ہمہ حالات میں اسے اپنے ساتھ رکھ سکے۔ سیف الدولہ نے اس پر انعامات و اکرامات کی بارش کر کے اسے مالا مال کر دیا۔ چنانچہ ۳۴۲ھ میں عید الاضحٰی کے موقع پر سیف الدولہ کو مبارک باد دیتے ہوئے اس نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْ دَهْرِهٖ مَا تَعَوَّدَا ۔۔۔ وَعَادَاتُ سَيْفِ الدَّوْلَةِ الطَّعْنُ فِي الْعِدٰى

"ہر شخص کو اپنے زمانے سے وہی حصہ ملتا ہے جس کا وہ خوگر ہو اور دشمنوں میں نیزہ زنی کرنا سیف الدولہ کی عادات میں سے ہے۔"

اس قصیدہ کے آخر میں متنبی نے سیف الدولہ کے احسانات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: ؎

تَرَكْتُ السُّرٰى خَلْفِيْ لِمَنْ قَلَّ مَالُهٗ ۔۔۔ وَاَنْعَلْتُ اَفْرَاسِيْ بِنُعْمَاكَ عَسْجَدَا

وَقَيَّدْتُ نَفْسِيْ فِيْ ذَرَاكَ مَحَبَّةً ۔۔۔ وَمَنْ وَجَدَ الْاِحْسَانَ قَيْدًا تَقَيَّدَا

"میں نے رات کے سفر کو قلیل المال لوگوں کے لیے اپنے پیچھے چھوڑ دیا اور تیرے انعامات کے سبب میں نے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوا لیں —— اور میں نے اپنے آپ کو از راہ محبت تیری پناہ میں اسیر کر دیا اور جو شخص قید کی صورت میں حسن سلوک پا لے۔ وہ خوشی سے قید ہو جاتا ہے۔"

متنبی نہایت آرام و سکون کے ساتھ سیف الدولہ کے پاس زندگی گزارتا رہا۔ یہاں تک کہ کسی وجہ سے ان کے درمیان رنجش پیدا ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ سیف الدولہ کی مجلس میں ابن خالویہ النحوی موجود تھا۔ کہ اس کے اور متنبی کے درمیان باتوں باتوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا اور ابن خالویہ نے اسے چابی دے ماری۔ اور وہ زخمی ہو گیا۔ سیف الدولہ نے اس کی کوئی مدد نہ کی تو وہ ناراض ہو گیا۔ ۳۴۶ھ میں سیف الدولہ کو چھوڑ کر مصر چلا گیا۔ اور کافور اخشیدی اور ابو شجاع کی مدح کرنے لگا۔ متنبی کی خواہش تھی کہ کافور اسے کسی بڑے عہدے پر فائز کر دے۔ جب امید بر نہ آئی تو ۳۴۹ھ کے ماہ شوال میں اس نے اس کی مدح میں آخری قصیدہ لکھا جس کے بعد وہ اس سے نہ ملا۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے ؎

مُنًى كُنَّ لِيْ اَنَّ الْبَيَاضَ خِضَابُ ۔۔۔ فَيَخْفٰى بِتَبْيِيْضِ الْقُرُوْنِ شَبَابُ

"مجھے آرزوئیں اس امر کی تھیں کہ بالوں کی سفیدی خضاب بن جائے اور سر کی لٹیوں کے سفید ہو جانے کے سبب جوانی کا (رنگ) چھپ جائے۔"

اسی قصیدے کے اشعار ۳۲ تا ۳۴ میں کہتا ہے: ؎

وَهَلْ نَافِعِيْ اَنْ تُرْفَعَ الْحُجْبُ بَيْنَنَا ۔۔۔ وَدُوْنَ الَّذِيْ اَمَّلْتُ مِنْكَ حِجَابُ

اُقِلُّ سَلَامِيْ حُبَّ مَا خَفَّ عَنْكُمُ ۔۔۔ وَاَسْكُتُ كَيْمَا لَا يَكُوْنَ جَوَابُ

وَفِي النَّفْسِ حَاجَاتٌ وَّفِيْكَ فَطَانَةٌ ۔۔۔ سُكُوْتِيْ بَيَانٌ عِنْدَهَا وَخِطَابُ

" اور کیا یہ بات میرے لیے مفید ہے کہ ہمارے درمیان سے پردے دور کر دیے جائیں اور
میں نے تجھ سے وابستہ کی ہے اس سے ورے پردہ قائم رہے۔ تمہاری تخفیف کو دور
سبب میں سلام کم ہی کرتا ہوں اور خاموش رہتا ہوں تاکہ تمہیں جواب نہ دینا پڑے اور میری
بہت سی حاجتیں ہیں اور تجھ میں ایسی فراست ہے جس کے سامنے میری خاموشی ہی بیان اور

کافور متنبی کی طرز پر شاعری اور اس کے شوقِ امارت کی بنا پر اس سے روگردانی کرنے لگا۔ اس پر متنبی
اس کی ہجو کہہ ڈالی اور بغداد چلا گیا۔ متنبی بادشاہ سے کم رتبہ کسی شخص کی مدح کرنا کسرِ شان خیال کرتا۔ اس
اس نے وزیر مہلبی کی مدح نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہلبی نے برا مانا اور انتقاماً بغداد کے شاعروں کو اس کے
لگا دیا۔ جنہوں نے اس کی اور اس کی شاعری کی خوب گت بنائی۔ لیکن متنبی ان کے منہ لگنے کے بجائے ف
بن عمید کے پاس ارجان چلا گیا۔ وزیر صاحب ابن عباد نے اسے اصبہان آنے کی دعوت دی۔ مگر وہ اس
خاطر میں نہ لایا اور عضد الدولہ بن بویہ الدیلمی کے پاس شیراز جانے کا قصد کر لیا۔ صاحب ابن عب
اس کا بڑا مداح تھا۔ مگر اس کے اس طرزِ عمل پر جل گیا۔ اور اس کے کلام میں خامیاں نکالنا اور اس پر کیچ
کرنا شروع کر دی اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے خلاف علمی جنگ میں شامل کر لیا۔ اور اس پر سرقہ
مضامین اور ادبِ عربی کے اسالیب سے بغاوت کا الزام لگا دیا۔ مگر خود اعتمادی کی بنا پر متنبی نے ان
سب کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔

جب متنبی عضد الدولہ کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور تیس ہزار دینار، گھوڑے،
خلعت اور مزید انعامات سے نوازا۔ پھر اس سے اس نے دریافت کرنا چاہا کہ یہ انعام اور بخشش گراں قدر
ہے یا سیف الدولہ کی؟ متنبی نے جواب دیا۔ یہ بہت گراں قدر اور عظیم ہے لیکن اس میں کچھ تکلف
ہے اور سیف الدولہ کی بخشش طبع زاد تھی۔ اس کا یہ جواب سن کر عضد الدولہ ناراض ہو گیا۔

وفات

کہا جاتا ہے کہ اسی انتقام میں عضد الدولہ نے بنی ضبّہ کے کچھ لوگوں کو فاتک الاسدی کے
ہمراہ روانہ کیا کہ وہ متنبی کو مار ڈالیں۔ چنانچہ بغداد کے غربی علاقہ میں نعمانیہ کے قریب مقام صافیہ
میں یہ لوگ اسے جا ملے اور لڑائی ہونے لگی۔ جب متنبی گھر گیا تو اس نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے غلام نے اس
سے کہا۔ کہیں لوگوں میں آپ کے بھاگ جانے کا چرچا نہ ہو جائے حالانکہ آپ ہی نے کہا ہے: ؎

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی
والسیف والرُّمحُ والقرطاس والقلم

(گھوڑوں کے دستے، رات، لق و دق صحرا، تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے ہیں) یہ سن کر سنبھلا اور لڑنا
شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ لڑ کے اور غلام سمیت مارا گیا۔ یہ واقعہ ۳۵۴ھ (۹۶۵ء) کے ماہِ رمضان کے آخری دنوں کا ہے

اخلاق

متنبی نہایت خود پسند تھا۔ سیف الدولہ کے پاس گیا تو اس سے کہا کہ اس کی مدح وہ بیٹھ کر سنایا کرے گا۔
اس کے سامنے وہ زمین بوسی نہیں کرے گا۔ علی بن حمزہ البصری کا قول ہے کہ متنبی میں تین خصلتیں

بہت قابل تعریف تھیں ۔

" اس نے کبھی جھوٹ نہ بولا۔ کبھی زنا نہ کیا۔ اور کبھی غلام بازی کا شکار نہ ہوا "

اسی طرح اس میں تین خصلتیں بہت بری بھی تھیں ۔

" وہ روزہ نہ رکھتا۔ نماز نہ پڑھتا اور قرآن نہ پڑھتا۔

متنبی بہت بہادر، عالی ہمت، غیور، صاحب صبر و ثبات، شریف، تیز فہم اور ذکی تھا۔ مگر ساتھ ہی اس میں غرور، خود پسندی اور کینہ پروری بھی انتہا کی تھی۔

شاعری

متنبی کی شاعری متانت اور بلاغت کے اعتبار سے درجہ اول کی شاعری تھی۔ وہ مبانی کی متانت اور معانی کی ضخامت کی بنا پر بہت مشہور ہے۔ اس لئے شاعری کا کوئی باب نہیں چھوڑا جس میں طبع آزمائی نہ کی ہو۔ خاص طور پر اس نے حکم، حماسہ، مدیحہ، فخر اور عتاب میں بہت عمدہ اشعار کہے۔ اس نے شاعری میں فلسفہ اور حکمت کو جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کے اشعار لوگوں کی زبانوں پر بمنزلہ امثال بن گئے۔

متنبی کی شاعری کی قدر و منزلت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس کے اشعار اہل ادب کے مباحث کا موضوع ہوتے ہیں اور بے شمار لوگوں نے اس کے اشعار کی شرح بیان کرتے اور ان کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے عمدہ اشعار اور کم درجہ اشعار پر کئی کتابیں تالیف کی گئیں اور اس کی شاعری کے بارے میں لوگ گروہوں میں منقسم رہے ہیں۔ بعض اس کے انتہائی مداح ہیں اور بعض اس کے خلاف۔

متنبی نے شاعری و فلسفہ کو ایک دوسرے کے ہم آہنگ کیا اور بیشتر توجہ معنی پر صرف کی۔ اس نے شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور ان کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا۔ اس نے عربی شاعری کو قدیم روایتی راہ سے ہٹا کر اس میں رومانی طرز انشا کو ایجاد کیا، جس میں تخیل و جذبات کا زور ہوتا ہے اور نفسِ مضمون کو الفاظ و طرز ادا پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جنگ کے وصف میں جدت طرازی، عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیب، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب الامثال کا استعمال، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، چبھتی ہوئی ہجو متنبی کی شاعری کی خصوصیات ہیں جو امر متنبی کو سب سے زیادہ نمایاں کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کی شاعری میں اس کی اپنی شخصیت اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ اور اس کی پختگی رائے اس کی خودی و خود اعتمادی، اس کی دلی خواہشات جذبات اور حقائق کائنات کی واضح تصویر قاری کی نگاہوں کے سامنے آویزاں دکھائی دیتی ہے۔ اس کی شاعری مقاصد حیات کی صحیح عکاسی کرتی ہے اور عمدہ ترجمان ہے۔

ابن رشیق کے قول کے مطابق متنبی سخت طبیعت، سخت ناراض ہو جانے والا اور فخر و تکبر کا اظہار کرنے والا تھا ابو العلاء المعرّی کا قول ہے کہ ابو تمام اور متنبی حکیم (صاحبان حکمت) ہیں۔ اور شاعر بحتری ہے۔ اگر ان تینوں شعراء میں

موازنہ کیا جائے تو رقتِ الفاظ اور تخیل کے اعتبار سے بحتری ان دونوں سے افضل ہے اور حکم و معانی کے اعتبار سے
ابوتمام اور متنبی فائق ہیں مگر یہ امر متنازعہ فیہ ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ البتہ قدرتِ زبان
کے سبب متنبی بعض اوقات خلاف قیاس اسلوب بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اسی لیے ابن خلدون کے ہم عصر
علمارِ شعر متنبی اور المعری کو شعرا میں شمار نہیں کرتے کیوں کہ انھوں نے عربوں کے اسالیب اختیار نہ
کیے۔ ابوسعید محمد بن احمد الجمیری نے ایک کتاب تالیف کی جس کا نام "الابانہ عن سرقات المتنبی لفظاً و
معنیً" رکھا اور اس میں متنبی کے تقریب ۲۵۰ اشعار کا ذکر کیا اور ان کا بحتری، ابوتمام، ابن الرومی
اور دیک الجن وغیرہم فحول متقدمین شعرا کے کلام سے موازنہ کر کے ثابت کیا کہ متنبی نے وہ اشعار چرائے
ان میں تغیر و تبدل کیا اور اپنے نام سے منسوب کر لیے (کتاب مصر میں چھپ چکی ہے ۸۸ صفحات) ابوعلی محمد بن حسن الحاتمی
نے ان فلسفیانہ موضوعات کا ذکر کیا ہے جو متنبی اور ارسطو میں مشترک پائے جاتے ہیں مگر اس نے متنبی پر
سرقہ کا الزام نہیں لگایا۔ بلکہ اس نے تقریباً بیس ۲۰ صفحات میں ارسطو کے چند اقوال پیش کرنے کے بعد
متنبی کے اشعار مقابلے میں پیش کیے ہیں اور وہ متنبی کو اس بارے میں صاحب فضیلت خیال کرتا ہے۔
مستشرقین میں سے رائیسکی، دی ساسی، بولین، بروکلمن، ہمر اور نکلسن وغیرہم نے اس پر دل کھول کر
تنقید کی ہے۔

متنبی کی شاعری میں جن عیوب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ
"اس کی شاعری میں کبھی کبھی مضمون و معنی کی تنگی اور اس کو سمجھنے میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ وہ الفاظ
پر زیادہ توجہ نہیں دیتا اس لیے کبھی کبھی بہت بھونڈے اور نامانوس و غریب الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اس کے کلام
میں کئی مقامات پر معنوی تعقید پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات مطلع بے ڈول، شاعری کے مضمون میں تفاوت، مبالغہ میں
حد سے تجاوز اور قیاس کی مخالفت بھی پائی جاتی ہے۔ ثعالبی نے "یتیمۃ الدھر" میں اس کے ایسے کثیر اشعار
کا ذکر کیا ہے۔

دیوانِ شعرہ :-

متنبی کا دیوان حروفِ ابجد کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا اور اس کی چالیس سے زیادہ شروح
تحریر کی جا چکی ہیں۔ اس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جن میں اردو بھی شامل ہے۔ اس کے بعض
اشعار کا ترجمہ فرانسیسی اور لاطینی زبانوں میں بھی کیا گیا۔ اور مکمل دیوان مصر، شام اور ہندوستان میں
چھپ چکا ہے۔ اس کی جو شروح زمانہ کی دست برد سے بچ گئی ہیں ان میں سے یہ قابلِ ذکر ہیں :-

۱- **شرح ابن جنی** (م = ۳۹۲ ھ) یہ تین اجزاء میں ہے اور اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے،
اس کا ایک قلمی نسخہ بطرسبورج کی لائبریری میں ہے اور دوسرا اسکوریال میں۔ اس پر ابن فورجہ نے ۴۳۷ھ